فیروز خان نون کا تحریک پاکستان اور سیاست میں کردار(۱۹۴۵-۱۹۵۸)

ڈاکٹر فرح گل بقائی*

Abstract

Firoz Khan Noon was the seventh prime-minister of Pakistan. From 1947 to 1958 there was quick changes in this office. In 1951, Liaquat Ali Khan the first Prime Minister of Pakistan was assasinated. The study of this period and an indepth study of this office that is Prime Minister office is intriguing for the historians. Throughout Pakistan History till today, we observe that this office has no safety valves, its open for all sort intrigues and destructions. The politicians of opposition crave for this office and at the same time they make it vunerable. No doubt politics is a game of change, but still sanctity of office must prevail and people who matter in this business must persue to maintain dignity and continuity of office.

For it discipline and respect is must. Like their army counter-part they must respect their commander, army has never punished their highest office occupant retired or in service at public plat form. They protect them and give them safe passage to flee Major General Iskander Mirza or General Pervez Musharaf are the examples. Inquiries may continues but no rational result ever comes out.

Argument is not to punish army chief, the quest is how to protect public mandate, whether to some it is right or wrong. How to

* سینئر ریسرچ فیلو، قومی ادارہ برائے تحقیق تاریخ و ثقافت پاکستان،قائداعظم یونیورسٹی، اسلام آباد۔

establish the writ of majority without desecration of the highest public office.

Like in army inner evaluatory system is to be appreciated. Feroz Khan Noon remained Prime Minister for short period of nine months. His efforts to secure Gawadar area in Balochistan, inspite of continues interference from non-political and political forces he played his innings well. He left the office because of Major General Iskander Mirza take over of country.

محمد فیروز خان نون

ماہر قانون تحریک پاکستان کے رہنما اور نامور سیاستدان جناب فیروز خان نون نورپور تحصیل بھلوال ضلع شاہ پور(پنجاب) کے معروف جاگیردار خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آباؤ اجداد راجپوتانہ سے ہجرت کر کے پنجاب آ گئے تھے ان کے بزرگوں نے پاکپتن کے مشہور و معروف صوفی حضرت فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے ہاتھوں اسلام قبول کیا تھا۔ آپ ملک محمد حیات خان نون کے فرزند تھے اور ۷ مئی ۱۸۹۳ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۱۲ء ایچی سن چیف کالج لاہور میں تعلیم حاصل کی اور ایم اے آکسفورڈ یونیورسٹی سے کیا۔ لنکن ان سے قانون کی ڈگری لی۔ پہلی شادی اپنی کزن ملک بشیر محمد خان کی صاحبزادی سے کی۔ پھر ایک انگریز خاتون الزبتھ سے شادی کر لی جو بعد میں بیگم وقار النساء نون کے نام سے مشہور ہوئیں۔[۱]

۱۹۱۷ء میں انگلینڈ سے تعلیم مکمل کر کے وطن واپس آئے اور سرگودھا میں وکالت شروع کی۔ ۱۹۲۰ء تک یہیں وکالت کرتے رہے۔ پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۶۲ تک لاہور ہائیکورٹ میں وکالت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ۱۹۳۰ء سے ۱۹۳۶ء تک پنجاب لجسلیٹو کونسل کے ممبر رہے۔ یونینسٹ پارٹی کے فعال لیڈر تھے۔ یونینسٹ پارٹی کی حکومت میں ۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۰ء لوکل سیلف گورنمنٹ کے وزیر رہے۔ پھر ۱۹۳۱ء میں وزیر تعلیم مقرر ہوئے۔ اس وزارت سے جون ۱۹۳۶ء میں استعفیٰ دے دیا۔ ۱۹۳۵ میں مسلم زمیندار پارٹی کے قیام کا منصوبہ بنایا۔[۲]

۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۱ء تک لندن میں انڈیا کے ہائی کمشنر رہے۔ ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۲ء گورنر جنرل کی انتظامی کونسل میں شامل رہے۔ ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء میں ڈیفنس ممبر بنے۔ اگست ۱۹۴۵ تک اس حیثیت سے کام کیا۔ ۱۹۴۵ میں سان فراسسکو میں اقوام متحدہ کی پہلی کانفرنس میں ہندوستان کی نمائندگی کی۔

فیروز خان نون ۱۹۳۷ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے رکن بنے اور ۱۹۴۶ میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر پنجاب لجسلیٹو اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ان انتخابات میں فیروز خان نون نے پنجاب بھر کا دورہ کیا اور مسلم لیگی امیدواروں کی کامیابی اور قیام پاکستان کی حمایت میں تقریریں کیں۔ ۱۹۴۶ء کے مسلم لیگی پارلیمانی کنونشن میں شرکت کی اور ایک جوشیلی تقریر کے ذریعے مطالبہ پاکستان کی زبردست حمایت کی۔ مسلم لیگ کی ہدایت پر انگریزوں کا 'سر' کا خطاب واپس کر دیا۔ قیام پاکستان کے بعد آئین ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے اور بیرونی ممالک میں متعدد پاکستانی وفود کی قیادت کی۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۵۳ تک مشرقی پاکستان کے گورنر تھے۔ مارچ ۱۹۵۳ء پنجاب کے وزیراعلیٰ مقرر ہوئے۔ جون ۱۹۵۵ء میں اس عہدے سے علیحدہ ہو گئے۔ ۱۹۵۶ء میں قومی اسمبلی میں رپبلیکن پارٹی کے قائد بنے اور ۱۹۵۷ء میں سہروردی کے مستعفی ہونے پر آپ پاکستان کے وزیراعظم مقرر ہوئے اور وزارت تشکیل دی۔ اس کے علاوہ آپ مرکز میں خارجہ امور، دولت مشترکہ تعلقات، دفاع اقتصادی امور، امور کشمیر، قانون ریاستوں اور سرحدی امور کے وزیر رہے۔ اکتوبر ۱۹۵۸ء تک آپ ان عہدوں پر کام کرتے رہے ان کے مختصر دورِ حکومت پر زبردست دباؤ رہا۔ جس کی بنا پر فیرورخان نون کو ۸۰ کے ایوان میں سے ۲۶ ارکان کو وزارت میں لینا پڑا۔ ایوب خان دور میں فیروز خان کو بدعنوانیوں کے الزام میں نا اہل قرار دے دیا گیا۔ ان کاانتقال ۹ دسمبر ۱۹۷۰ء کو ہوا۔[۳]

بیگم فیروز خان نون

بیگم وقار انساء نون نے پنجاب مسلم لیگ کے لیے بڑی جانفشانی سے کام کیا اور تحریک پاکستان کو پنجاب کے منظر نامہ میں کامیاب کرنے میں اپنا ایک کردار ادا کیا۔

۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء تک وہ اس تحریک کی سرگرم رکن رہیں۔ انہوں نے ۱۹۴۶ء کی الیکشن میں مسلم لیگ کا بھرپور طریقے سے ساتھ دیا۔ وہ ان جلسے جلوسوں میں شریک ہوتیں۔ جو خضر حیات ٹوانہ کے خلاف وقتاً فوقتاً لاہور میں نکلتے تھے۔ بیگم نون نے قائداعظم کے ساتھ خط و کتابت کا سلسلہ قائم کیا ہوا تھا۔ خطوط میں وہ قائد کو پنجاب کے سیاسی منظر نامہ سے آگاہ رکھتیں۔ ۱۹۴۷ء میں وہ کشمیر میں بمقام کولو اپنے گھر میں رہ رہیں تھیں۔ دشمنوں نے ان کے گھر کو آگ لگا دی اور انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی جان بچائی اور اپنے شوہر کے دوست راجہ آف ماندی کے گھر کے افراد کے یہاں پناہ لی۔ ستمبر ۱۹۴۷ء کو وہ پاکستان آئیں۔[۴]

فیروز خان نون اور تحریک پاکستان میں ان کی خدمات یوم راست اقدام اور تحریک سول نافرمانی

۱۶ اگست ۱۹۴۶ء کو آل انڈیا مسلم لیگ نے پورے ملک میں ''یوم راست اقدام (ڈائریکٹ ایکشن ڈے) منایا۔ اس یوم راست اقدام کے موقع پر مسلم لیگ کے مقتدر رہنماؤں نے حکومت کی جانب سے دیئے گئے خطابات بھی واپس کر دیئے۔ ان خطابات واپس کرنے والوں میں ملک فیروز خان نون، خواجہ ناظم الدین، غلام حسین ہدایت اللہ اور سعدا للہ پیش پیش تھے۔[۵]

اس یوم راست اقدام کے دوران پورے ملک میں قریباً اسی(۸۰) مقامات پر اہم اجلاس اور میٹنگیں منعقد ہوئیں۔ مسلم لیگ رہنماؤں نے ان اجلاسوں میں مسلم لیگ کے مطالبہ پاکستان پر زور دیا اور مسلم لیگ کے جھنڈے لہرائے گئے۔ ہر ضلع میں کم از کم ایک اجلاس ضرور منعقد ہوا۔ لاہور، لائل پور، امرتسر، سیالکوٹ اور راولپنڈی وغیرہ میں زیادہ جوش و خروش تھا۔ یوں تو اس راست اقدام میں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں نے حصہ لیا لیکن سب سے زیادہ حصہ لینے والوں میں ملک فیروزخان نون، خواجہ ناظم الدین، میاں ممتاز دولتانہ، غلام مصطفٰے شاہ گیلانی، شوکت حیات خان، میر منظور ولی وارثی، زکی الدین پال، عبداللہ خاں وٹراں والا اور میاں عبدالباری سب سے زیادہ فعال اور سرگرم تھے۔[۶]

فیروز خان نون اور تحریک پاکستان میں حصہ

فروری ۱۹۴۷ء میں لاہور مسلم لیگ دفتر میں ''آہنی ٹوپیوں کی جنگ'' کا واقعہ رونما ہوا۔ فیروز خان نون کو مسلم لیگ کے دفتر طلب کیا گیا جب وہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ میاں افتخار الدین اور بیگم شاہنواز دونوں معزز مسلم لیگی ارکان ایک کمرے کے دروازے پر پیچھے جم کر کھڑے ہیں اور پولیس کو اندر داخل ہونے سے روک رہے ہیں کمرے میں لوہے کی ٹوپیاں پڑی تھیں جنہیں پارٹی نے پرانے کپڑوں کے ایک بیوپاری کی دُکان سے خریدی تھیں۔ مسلم لیگ نے یہ ٹوپیاں اپنے رضاکاروں کے لیے خریدی تھیں جو لیگ کے جلسوں میں نظم و ضبط قائم رکھتے تھے۔ یہ آہنی ٹوپیاں ہنگامہ کے دوران یقیناً بہت مفید ثابت ہوئیں جب مخالف غنڈے مسلم لیگ کے لیڈروں اور مقرروں کو دھمکی دیتے رہتے تھے چنانچہ پولیس یا مخالفوں کی لاٹھی سے کسی کا سر پھٹ جاتا لیکن ان ٹوپیوں کی وجہ سے کوئی بات ہی نہیں تھی۔

میاں افتخارالدین نے فیروز خان نون سے اصرار کیا کہ دروازہ کی حفاظت کے لیے وہ بھی شامل ہو جائے اس کے بعد یہ ہوا کہ پولس کی حکم عدولی کی بنیاد پر ان سب کو جیل پہنچا دیا گیا۔۷

اس طرح قانون، پولیس اور حکومت کے خلاف مسلم لیگ کی تحریک کا آغاز ہوا۔ برصغیر پاک و ہند میں سیاسی خیالات کی بنا پر وقتاً فوقتاً جیل جانا حبُّ الوطنی کی علامت سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ آنے والوں برسوں میں فیروز خان نون کی یہ قید جو ۳۴ دنوں پر محیط ہے ایک سیاسی سرمایہ ثابت ہوئی۔ اس وقت چند مسلم لیگی لیڈروں کی عدم موجودگی لوگوں کو کھٹک رہی تھی۔۸

تحریک پاکستان میں ملک فیروز خان نون کا کردار

مارچ ۱۹۴۷ء میں مسلمانوں ہندوؤں اور سکھوں میں فرقہ ورانہ فسادات عروج پر تھے۔ اس دوران میں ایک مرتبہ فیروز خان نون نے یہ تجویز پیش کی کہ ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس ہو جس میں پنجاب کا مسئلہ طے کیا جائے۔ اس کے بعد مسلم لیگ نے سکھوں سے فیصلہ کرنے کی کوشش کی مگر سکھوں اور ہندوؤں نے کوئی تجویز منظور نہیں کی۔۹

تصانیف فیروز خان نون

فیروز خان نون نے انگریزی میں پانچ کتابیں تصانیف کیں، جن میں *From Memory* آپکی سرگزشت ہے۔ اس کا اردو ترجمہ ''چشم دید'' ہے کے نام سے شائع ہوا۔ دیگر کتابوں میں *Canada in India* ۱۹۳۹ء میں *India Illustrated* ۱۹۴۰ء میں *Wisdoms from Fools a Children's Book* ۱۹۴۰ء میں اور *Scented Dust* ۱۹۴۱ء میں شائع ہوئیں۔۱۰

۱۹۵۰ کی دہائی اور پاکستان کی سیاست

۱۹۵۰ کی دہائی پاکستان کی سیاست کے لیے بڑی پر آشوب رہی۔ وزاتِ عظمی پر کسی کو ٹکا نہ رہنے دیا گیا۔ غرض پاکستان کی سیاست اپنے اوائل دور میں ہی مسائل کا شکار رہی۔ بقول نواب زادہ نصر اللہ خان اس وقت پاکستان میں یہ جواز پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ پاکستان کو مرد آہن کی ضرورت ہے سیاستدان کی نہیں اس مقصد کے لیے پورے ملک میں دانستہ طور پر سیاسی عدم استحکام کی فضا مسلط کی گئی۔ مشرقی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں اجلاس کے دوران اپنے سپیکر (جو اس وقت اجلاس کی صدارت کر رہے تھے) پر حملہ اور بعد ازاں ان کی موت کو بھی جمہوری نظام کے خاتمے کے لیے وجہ جواز بنایا گیا۔ ملک فیروز خان نون نے انہی دنوں ایک الیکشن کانفرنس طلب کی جس میں ملک کی اکثر و بیشتر سیاسی جماعتوں کے اکتالیس نمائندے شامل ہوئے۔ اس میں طے کیا گیا کہ فروری ۱۹۵۹ء میں ملک میں ۱۹۵۶ء کے آئین کی بنیاد پر پہلے عام انتخابات منعقد کرائے جائیں گے۔ اس اجلاس نصراللہ خان عوامی لیگ کے نمائندے کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ انہوں نے خودنوشت میں لکھا ہے کہ صدر سکندر مرزا کی شہ پر ایف ایم خان (جو اس وقت چیف الیکشن کمشنر تھے) نے اس اجلاس میں عام انتخابات کے انعقاد کی سخت مخالفت کی۔ لیکن کانفرنس نے متفقہ طور پر الیکشن مقررہ تاریخ پر منعقد کرانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے بعد سکندر مرزا نے شدت سے محسوس کیا کہ عام انتخابات سے بچنے کے لیے فوری اقدام کرنا

چاہیے۔ اس نے جنرل ایوب خان سے ساز باز کی اور وہ آئین جس کی حفاظت کا حلف دونوں نے اٹھایا تھا کالعدم قرار دے کر ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا۔

نوابزادہ نصر اللہ ۱۹۵۸ء میں فیروز خان نون کی سبکدوشی کے بعد ان سے ملے۔ جو مارشل لاء سے پہلے وزیراعظم تھے انہیں نصیر اے شیخ اور سکندر مرزا کی گفتگو کے بارے میں بتایا جس میں سکندر مرزا نے نصیر اے شیخ کو مارشل لاء نافذ ہونے کی اطلاع کیوں نہ دی جس سے آپ کو سکندر مرزا کے عزائم کا علم ہوتا اور تدارک کی کوئی صورت کی جاسکتی۔ فیروز خان نون نے اعتراف کیا کہ وہ قطعاً بے خبر تھے اور انہیں انٹیلی جنس نے ایسی کوئی خبر نہ دی۔۱۱

وزیراعظم فیروز خان نون

فیروز خان نون ملکِ پاکستان کے ساتویں وزیراعظم تھے۔ ان سے پہلے وزیراعظموں کی ترتیب کچھ اسطرح تھی۔

- پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان ۱۵راگست ۱۹۴۷ء تا ۱۶ر اکتوبر ۱۹۵۱ء
- دوسرے وزیراعظم خواجہ ناظم الدین ۱۹راکتوبر ۱۹۵۱ء تا ۱۷ر اپریل ۱۹۵۳ء
- تیسرے وزیراعظم محمد علی بوگرا ۱۷ر اپریل ۱۹۵۳ء تا ۱۱ر اگست ۱۹۵۵ء
- چوتھے وزیراعظم چوہدری محمد علی ۱۱راگست ۱۹۵۵ء تا ۱۲رستمبر ۱۹۵۶ء
- پانچویں وزیراعظم حسین شہید سہروردی ۱۲رستمبر۱۹۵۶ء تا ۱۱ر اکتوبر ۱۹۵۷ء
- چھٹے وزیراعظم اسماعیل چندریگر ابراہیم ۱۲ر اکتوبر ۱۹۵۷ء تا ۱۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء
- ساتویں وزیراعظم ملک فیروزخان نون ۱۶ر دسمبر ۱۹۵۷ء تا ۱۷ر اکتوبر ۱۹۵۸ء۱۲

چندریگر صاحب کے بعد ملک فیروز خان نون وزیراعظم بنائے۔بقول نوابزادہ نصر اللہ خان اس تمام عرصے میں ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سیاسی جماعتوں اور سیاسی رہنماؤں کو ذلیل و رسوا کیا گیا۔ اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کو عوام کی نگاہ میں بے وقعت بنانے کی کوشش کی گئی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ سیاستدان اپنے ذاتی اقتدار اور منفعت کے لیے بار بار سیاسی وفاداریاں تبدیل کرتے ہیں۔ وہ حکومت چلانے کے اہل نہیں

ہیں اور ملک کو درپیش مسائل کے حل کے لیے مردِ آہن کی ضرورت ہے۔[۱۳]

فیروز خان نون ۱۶ دسمبر ۱۹۵۷ء تا ۷ اکتوبر

۱۹۵۸ء وزیراعظم رہے۔ ری پبلکن پارٹی کی حمایت سے یکے بعد دیگرے تین وزیر اعظم (چودہری محمد علی، سہروردی اور چندریگر) برسرِ حکومت آ چکے تھے۔

فیروز خان نون نے مشرقی پاکستان میں زرعی اصلاحات کی تعریف کی۔ لیکن مغربی پاکستان میں اس کی مخالفت کی ان کے زمانے میں گوادر کا علاقہ، جو کسی زمانہ میں سلطان مسقط کو اجارے پر دیا گیا تھا پاکستان کو واپس مل گیا۔

بحثییت مجموعی فیروز خان نون کا مختصر دورِ وزارت بے یقینی، جوڑ توڑ اور انتشار کا دور تھا۔ مغربی پاکستان میں ری پبلکن پارٹی اور مشرقی پاکستان(موجودہ بنگلہ دیش میں عوامی لیگ برسر اقتدار تھیں۔ لیکن اصل طاقت صدر اسکندر مرزا کے ہاتھ میں تھی۔ مشرقی پاکستان کے گورنر اے کے فضل الحق نے جب عطاء الرحمٰن کی وزارت کو برطرف کیا تو عوامی لیگ کے دباؤ کے باعث نون حکومت نے فضل الحق کو ان کے عہدے سے الگ کر دیا۔ مشرقی پاکستان میں سمگلنگ کا زور تھا۔ اس کی روک تھام کے لیے فوج طلب کی گئی لیکن یہ مہم جلد ختم ہو گئی۔ افراط زر، غلے کی کمی اور زرِ مبادلہ کے ضیاع ایسے مسائل نے خطرناک صورتِ حال پیدا کر دی تھی۔ اسی زمانے میں مغربی پاکستان کے وزیراعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کومخبوط الحواس نوجوان نے ہلاک کر دیا۔[۱۴]

بعض لوگوں نے اسے سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی ادھر عوامی لیگ، جو اب تک مرکزی حکومت میں عہدے قبول کرنے سے گریزاں رہی تھی۔ وزارت میں حصہ لینے کا مطالعہ کرنے لگی۔ جو مان لیا گیا۔ اس کے خلاف مسلم لیگ نے جگہ جگہ مظاہرے کیے اور لوگوں میں حکومت کے خلاف بے چینی پھیل گئی۔

مارشل لاء کا نفاذ

حالات اب قابو سے باہر ہوتے جا رہے تھے۔ چنانچہ ۷/اکتوبر۱۹۵۸ء کی رات کو

صدارتی فرمان کے ذریعے دستور کو معطل کر کے ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا۔ اور ملک میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا۔ وزارتیں برطرف کر دی گئیں۔ قانون ساز اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور سیاسی جماعتوں پر پابندی عائد کر دی گئیں۔ صدر اسکندر مرزا کو اپنے عہدہ سے برطرف کر دیا گیا اور کمانڈر ان چیف جنرل محمد ایوب خان نے صدارت کا عہدہ سنبھال لیا۔۱۵

دولتانہ نون کشمکش

ہمارے ملک میں سیاست کے کھلاڑی ملکی سیاست میں اپنی اپنی انا اور دوستی اور مروت کی جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں۔ فیروز خان نون غیر جمہوری طریقے سے وزیراعلیٰ بنے تھے نہ تو انہیں عوام نے منتخب کیا تھا۔ اور نہ ہی یہ اسمبلی کی اکثریت سے وزیراعلیٰ بنے تھے۔ جب انہیں خواجہ ناظم الدین نے وزیراعلیٰ نامزد کیا تو وہ اس وقت اسمبلی کے رکن نہ تھے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۵۳ء کو میاں ممتاز دولتانہ کی جگہ فیروز خان نون کو پنجاب مسلم لیگ کا صدر بھی چُن لیا۔۱۶

مسلم لیگ کی مرکزی مجلس عاملہ کے ارکان نے پنجاب مسلم لیگ کو ختم کر کے اس کی جگہ فیروز خان نون گروپ کو اہمیت دی۔ دسمبر ۱۹۵۳ء میں پاکستان مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے مسلم لیگ کی صوبائی شاخیں توڑ دیں۔ مسلم لیگ کے متعدد حلقوں نے محمد علی بوگرہ کے اس مقام کو مسلم لیگ کی تجدید اور تنظیم نو کا پیش خیمہ قرار دیا۔ مسلم لیگ کی صوبائی شاخیں ٹوٹنے سے نون اور ممتاز دولتانہ چپقلش انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اس اقدام سے دولتانہ کے حمایتی اپنے آپ کو صوبائی کونسلوں میں غیر محفوظ سمجھ رہے تھے۔ ملک فیروز خان نون اگرچہ ابھی پارٹی میں مرکز کی حدود سے دولتانہ کو پچھاڑ چکے تھے۔ لیکن پنجاب کونسل میں ایک سو سے زائد ارکان اب بھی ان کے خلاف تھے مرکز کے اس اقدام سے ملک فیرزوز خان نون، حسن محمود اور مظفر علی قزلباش کو اپنی برتری قائم کرنے کا موقعہ ملا تھا۔۱۷

ممتاز دولتانہ اور فیروز خان نون کی اس سیاسی جنگ میں دونوں نے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا منصوبہ بنا رہے تھے۔ اس دور میں مسلم لیگی رہنماؤں نے جماعتی اور انفرادی

طور پر اصول کے افلاس اور کردار کے فقدان کا جو افسوس ناک مظاہرہ کیا تھا وہ ہماری تاریخ کا ایک ایسا سبق ہے۔ جس سے جمہوریت ہمیشہ شرمندہ رہے گی۔ خواجہ ناظم الدین نے جب پنجاب کی وزارت اعلیٰ کے لیے ممتاز دولتانہ کے گرد گھیرا تنگ کر دیا تو ممتاز دولتانہ دو برس کی حکومت کے بعد اپنے آپ کو بے بس پا کر وزارت اعلیٰ سے الگ ہو گئے اور جاتے ہوئے خود انہوں نے ملک فیروز خان نون کا نام مسلم لیگ پارٹی کی رہنمائی کے لیے پیش کیا۔ میاں ممتاز دولتانہ کی رخصت کے بعد مسلم لیگ کے بلاوے پر ملک فیروز خان مشرقی بنگال کی گورنری چھوڑ کر پنجاب آئے اور وزارت اعلیٰ کا عہدہ سنبھالا۔

زرعی اصلاحات اور نون

فیروز خان نون نے زمیندار اور کسان کے پرانے تعلقات بحال کرنے کی کوشش کی اور زمینداروں کو نوید سنائی کہ استحصال کا پرانا سسٹم بحال کر دیا ہے۔ (ص ۳۵۳، وکیل انجم، *دولتانہ داستان*)

وزیر اعلیٰ فیروز خان نون اپنی تقریروں میں پہلے عوام کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے رہے کہ ذاتی ملکیت اسلامی قانون میں خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے۔ پھر وہ اپنی دلیل کا رُخ اس طرف پھیرتے رہے کہ بڑے زمینداروں کی ایک مختصر سی اقلیت کو بڑی جاگیروں کے مالکانہ حق سے محروم کرنا اسلامی قانون کے تحت ایک جرم ہے۔ کیونکہ انہوں نے ان جاگیروں کی تعمیر اپنی محنت سے کی ہے۔ ملک فیروز خان نون اپنا تمام زور خطابت اس امر پر صرف کرتے رے کہ ہمارے ملک میں اس وقت جو جاگیردارانہ نظام ہے۔ وہ اسلامی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ اس لیے اس کی حفاظت بہت ضروری ہے۔ ص ۳۵۴

مسلم لیگ اور نون نوازی

۱۹۵۳ء میں ممتاز دولتانہ اور نون کشمکش میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ ملک فیروز خان نون کو برسر اقتدار رکھنے کا فیصلہ کر چکی تھی اس لیے انہوں نے ''دولتانہ طاقت'' ممتاز دولتانہ کے مقابلے میں نون کے حق میں کر دیا تھا۔ پنجاب مسلم لیگ پر ممتاز دولانہ اور سندھ مسلم

لیگ پر ممتاز دولتانہ کے سمدھی ایوب کھوڑو کا قبضہ تھا۔ ص ۳۵۵، *دولتانہ داستان*

پاکستان کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اگست ۱۹۴۷ء سے اکتوبر ۱۹۵۸ء تک آٹھ حکومتیں اور سات وزیراعظم تبدیل کیے گئے۔ محمد علی بوگرہ دو دفعہ وزیراعظم بنے۔ ایک دفعہ جب ناظم الدین کو برخاست کیا گیا اور دوسری دفعہ جب غلام محمد نے قانون ساز اسمبلی کو تحلیل کیا۔ ملک میں حالانکہ پارلیمانی نظام رائج تھا۔ مگر حکومتیں پارلیمان سے باہر معطل کی جا رہی تھیں۔ سن ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۶ء تک مسلم لیگ کی حکومت تھی۔ مسلم لیگ اکثریتی پارٹی تھی صوبوں اور مرکز میں پھر بھی حکومت تبدیل ہوتی رہی اور وزیراعظم جو مسلم لیگ کے صدر ہونے کے باوجود معطل کر دیئے جاتے اور حیرت کی بات ہے کہ مسلم لیگ نے کبھی اس معطّلی پر احتجاج نہیں کیا۔۱۸

فیروز خان سیاست کے میدان میں

آئی آئی چندریگر کے بعد پس پردہ بادشاہ گروں کی نظر انتخاب ملک فیروز خان نون پر پڑی جو ۶ جماعتوں کے اتحاد کے نتیجہ میں وزیراعظم بن گے۔ یہ سیاسی اتحاد بھی کمزور ثابت ہوا۔ اور کھینچ تان کر صرف نو مہینے تک حکومت کر سکے۔ ملک فیروز خان نون کے دور میں دلچسپ واقعات پیش آئے۔ وہ کسی رکن کو وزیر بنانے سے انکار نہ کرتے تھے۔ چونکہ ۶ جماعتوں کی مخلوط حکومت تھی،اس لئے ہر جماعت کا مطالبہ تھا کہ انکو زیادہ سے زیادہ وزارتیں دی جائیں۔ بے چارہ وزیراعظم انکار نہ کر سکتا تھا اور بعض اوقات تو ایسا بھی ہوا کہ وزیروں کی تعداد وزارتوں سے تجاوز کر گئی۔۱۹

فیروز خان کی سیاست کا مقصد صرف یہ تھا کہ وہ برسرِ اقتدار حکومت کا حصہ رہے۔ دسمبر ۱۹۵۷ء میں ملک فیروز خان نون نے جو وزارت مرتب کی وہ پاکستان کے پارلیمانی دور کی آخری اور سب سے کمزور وزارت تھی۔

جب یہ وزارت بنی تو ملک کے سیاسی حالات میں ابتری اپنی انتہا کے قریب پہنچ چکی تھی۔ سیاستدانوں کے نزدیک اہمیت صرف ایک سوال کو حاصل تھی۔ کون سے گٹھ جوڑ کے ذریعے اکثریت قائم کی سکتی ہے یا قائم شدہ اکثریت کو توڑا جا سکتا ہے۔ برسر اقتدار پارٹی

کا تمام وقت اپنی اکثریت کو بچانے اور مخالف پارٹیوں کا تمام وقت ان کی اکثریت کو بچانے اور مخالف پارٹیوں کا تمام وقت ان کی اکثریت کو توڑ متبدل اکثریت قائم کرنے کی کوشش میں صرف ہوتا تھا۔ اور اس شطرنج کے کھیل میں کسی پارٹی کو کسی قسم کی بے اصولی اور بدعنوانی سے عار نہ تھا۔ اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ملک کی اقتصادی اور معاشی زندگی تیزی کے ساتھ تباہی کے راستے پر جا رہی تھی۔ ملک اقتصادی دیوالیہ پن کی دہلیز تک پہنچ چکا تھا۔ پیداوار اور برآمدات کی مقدار روز بروز کم ہوتی جا رہی تھی۔ پہلا پنجسالہ تعمیری منصوبہ کسمپرسی کی حالت میں چل رہا تھا۔ سونے وغیرہ کے ذخائر کم ہوتے ہوتے خطرے کے نشان سے نیچے چلے گئے تھے۔

ان حالات میں نون وزارت نے مرکزی حکومت کی ذمہ داری سنبھالی اور اس وزارت کی کیفیت یہ تھی کہ اس میں حصہ دار پارٹیوں کی مجموعی طاقت بھی ایوان کے اندر قطعی اکثریت نہ رکھتی تھی۔ لہٰذا برسر عہدہ رہنے کے لیے وزارت کا انحصار مسٹر سہروردی کے اس وعدے پر تھا کہ عوامی لیگ (جو مخالف بنچوں پر بیٹھی تھی) اپنے ووٹوں کی مدد سے وزارت کا بچاؤ کرتی رہے گی۔ سہروردی نے نون وزارت کو یہ سہرا دے کر مسلم لیگ پارٹی کو بھی عہدے سے خارج کرا دیا تھا۔ وزیراعظم نون سے یہ نیم وعدہ بھی حاصل کر لیا تھا کہ وہ کرشک سرامک پارٹی (جو مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی اصل مخالف تھی اپنی کابینہ میں جگہ نہ دیں گے اور وزیراعظم کو اپنے رحم و کرم کا بھی محتاج بنا لیا تھا وہ حزبِ مخالف کے بنچوں پر بیٹھ کر وزیراعظم پر حکم چلا سکتے تھے اور وزیر اعظم ان کا ہر حکم ماننے پر مجبور تھا۔[۲۰]

اپنا عہدہ سنبھالنے کے صرف چند دن بعد وزیراعظم ملک فیروز خان نون دسمبر ۱۹۵۷ء کے آخر میں مرکزی اسمبلی کے ایک بہت مختصر اجلاس کے سلسلے میں ڈھاکہ گئے۔ اس وقت یہ مہم شروع ہو چکی تھی۔ جو حالات ان کے نوٹس میں آئے ان سے وہ بہت متاثر تھے ۳۱ دسمبر کو آپ نے اخبار نویسوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ جس پیمانہ پر سمگلنگ ہو رہی ہے اس سے ملک کو ہولناک نقصان پہنچ رہا ہے۔ میں اس مطالبے سے متفق ہوں کہ سمگلنگ کے جرم کے لیے موت کی سزامقرر کی جائے۔[۲۱]

گوادر

ہمارے دَور کی تاریخ گوادر کے تذکرہ کے بغیر نامکمل رہے گی۔ دو ہزار چار سو مربع میل کا یہ علاقہ پاکستان کو واپس مل گیا۔لیکن اس کارنامہ پر نہ تو جشن منایا گیا اور نہ اس کی قرار واقعی تشہیر کی گئی۔ فیروز خان نون نے برطانیہ اور اپنے صدرسکندر مرزا سے وعدہ کر لیا تھا کہ اس موقع پر جشن وغیرہ نہیں منایا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح سلطان مسقط کے جذبات مجروح ہونے کا اندیشہ تھا۔

پاکستان کے جنوبی ساحل پر ۵۴ میل مشرق میں جہاں ایران کی حدیں بحیرۂ عرب سے ملتی ہیں، گوادر کی بندرگاہ واقع ہے۔ مسقط کے ایک شہزادہ نے ۱۷۸۱ء میں قلات کے حکمران کے یہاں پناہ لی تھی۔ قلات کا حکمران اس وقت ایک خود مختار بادشاہ تھا۔ اس بادشاہ نے گوادر کی سالانہ آمدنی جو ۸۴ تنکہ (شاید ۴۸ روپیہ) ہوتی تھی، شہزادہ کی گُزر اوقات کے لیے اس کے حوالے کر دی۔ بعد میں جب یہ شہزادہ مسقط کا بادشاہ ہوا تو اس نے گوادر پر اپنا قبضہ برقرار رکھا اور اسے قلات کے حوالے نہیں کیا۔ حالانکہ اب وہ گوادر کی آمدنی کا محتاج نہ تھا۔ برطانیہ نے ۱۸۳۹ء میں قلات فتح کیا اور یہاں کے حاکم بن بیٹھے۔ قلات کے حکمران نے بعد ازاں ۱۸۶۱ء میں گوادر کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ برطانیہ نے قلات اور مسقط کے درمیان مداخلت کی تاہم اس نے کسی ایک کے حق میں فیصلہ کرنے سے احتراز کیا۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان قائم ہوا تو حکومت پاکستان نے یہ مسئلہ ایک بار پھر اُٹھایا اور ۱۹۴۹ء میں مذاکرات بھی ہوئے جو کسی فیصلہ کے بغیر نا تمام رہ گئے۔ اس کے بعد اس معاملے کو وہیں چھوڑ دیا گیا لیکن جب فیروز خان نون ۱۹۵۶ء میں وزیرِ خارجہ مقرر ہوئے تو انہوں نے گوادر سے متعلق کاغذات طلب کیے اور اس قضیہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد حکومت برطانیہ کے توسط سے بات چیت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ برطانیہ کے سامنے ایک مشکل کام آ پڑا تھا۔ ایک طرف دولتِ مشترکہ کا ایک رکن تھا۔ دُوسری طرف یارِ وفادار سلطانِ مسقط، جس کے ساتھ ڈیڑھ سو سال کے گہرے مراسم تھے۔ ان دونوں کے مفادات ایک دوسرے سے متصادم تھے۔ فیروز کی توقعات کا پارہ کبھی اُوپر چڑھتا تھا، کبھی نیچے گر جاتا

تھا ادھر گفت و شنید بدستور جاری رہے۔ یہاں تک کہ فیروز خان نون نے ۱۹۵۷ء میں وزارت عظمیٰ کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

انہوں نے اس قضیہ کی تاریخ میں پہلی بار یہ قانونی نکتہ اُٹھایا تھا کہ گوادر کی حیثیت ایک جاگیر کی ہے۔ وہ ریاست کا ایک علاقہ ہے جسے ایک شخص کو اس لیے تفویض کیا گیا تھا کہ وہ ریاست کے واجب الادا ٹیکس وصول کرے اور اسے اپنی گزر اوقات کے لیے تصرف میں لائے یا اُس رقم کو اپنی تنخواہ قیاس کرے، اس طرح کی امداد سے اقتدارِ اعلیٰ کی منتقلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم نے پاکستان میں وہ ساری جاگیریں منسوخ کر دی ہیں جو بہت سے لوگوں کو برطانیہ سے اپنی خدمات کے صلہ میں یا دوسرے سیاسی اسباب کی بنا پر دی گئی تھیں۔ چونکہ گوادر بھی ایک جاگیر تھی۔ لہٰذا اس کی تنسیخ بھی کی جا سکتی تھی اور اور اس علاقہ پر قبضہ بھی ممکن تھا۔ فیروز خان نون نے اس دلیل کا تذکرہ اپنے کسی برطانوی دوست سے دھمکی کے طور پر نہیں کیا تاہم یہ ایک قانونی نکتہ تھا جو عدالتی چارہ جوئی کی صورت میں کام آ سکتا تھا۔ برطانوی حکومت نے بڑے مخمصے میں پھنس گئی اگر پاکستان کی فوج اس علاقہ پر قبضہ کر لیتی تو کیا برطانوی حکومت دولتِ مشترکہ کے اس ملک پر بمباری یا خود فوج کشی کر سکتا ہے۔ جس کی علامتی سربراہ خود ملکہ الزبتھ ہیں، پاکستان کا دولت مشترکہ میں رہنا اس کے لیے بہت سود مند ثابت ہوا۔ بصورت دیگر پاکستان کی حالت مسقط اور اس سے ملحقہ علاقوں کے مقابلہ میں عمان کے امام سے کچھ زیادہ بہتر نہ ہوتی اور پاکستان کے دعووں کو ایک غیر ملکی طاقت کی دھمکی تصور کیا جاتا۔ مسٹر میکمنن، مسٹر سلون لائیڈ اور وزیر امور دولت مشترکہ لارڈ ہوم نے اس سارے معاملہ میں جو منصفانہ رویہ اختیار کیا اس کا فیروز خان نون نے تہہ دل سے اعتراف کیا۔ انہوں نے کسی بھی فریق پر دباؤ نہیں ڈالا۔ چنانچہ گوادر کی منتقلی نہایت خوش اسلوبی سے رُو بہ عمل آئی۔ قدرتی بات یہ ہے کہ اس کا معاوضہ ادا کرنا پڑا لیکن جہاں ملک کی حفاظت اور اس کے وقار کا مسئلہ درپیش ہو، وہاں روپیہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔[۲۲]

بقول فیروز خان کے

۱۹۵۸ء کے موسم سرما میں جب میں لندن میں تھا تو ہمارے ہائی کمشنر مسٹر اکرام اللہ نے گوادر کی منتقلی کی دستخط شدہ دستاویز میرے حوالے کی۔ اس وقت مجھے جو خوشی ہوئی آپ اس کااندازہ کر سکتے ہیں۔ گوادر جب تک ایک غیر ملک کے ہاتھ میں تھا، مجھے یوں محسوس ہوتا گویا ہم ایک ایسے مکان میں رہتے ہیں جس کا عقبی کمرہ کسی اجنبی کے تصرف میں ہے اور یہ اجنبی کسی وقت بھی اسے ایک پاکستان دشمن طاقت کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے اور وہ دشمن طاقت اس سودے کے عوض بڑی سے بڑی رقم ادا کر سکتی ہے۔ جب میں سرحدی تنازعوں کے تصفیہ کی خاطر گفت و شنید کے لیے دہلی گیا تو ہندوستان کے وزیراعظم مسٹر نہرو نے مجھ سے کہا۔'' آپ نے گوادر لے لیا ہے؟'' میں نے جواب دیا ''جی ہاں'' وہ بولے '' کیا میں وہاں کسی شخص کو اپنے لوگوں سے رابطہ پیدا کرنے کے لیے بھیج سکتا ہوں؟ وہاں ہمارے تین سو آدمی آباد ہیں'' میں نے کہا ''بسروچشم۔ لیکن ہم آپ کے لیے تارکین وطن کی آبادکاری کا مسئلہ پیدا کرنا نہیں چاہتے اگر وہ لوگ پسند کریں تو میں انہیں پاکستانی شہریت اور پاسپورٹ دینے کے لیے تیار ہوں'' یہ سُن کر انہیں بہت خوشی ہوئی اور گوادر کی ہندو آبادی کے بارے میں ان کی ساری تشویش جاتی رہی۔ مجھے خوشی ہے کہ ان لوگوں نے اپنی اقامت برقرار رکھی اور مجھے اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ وہاں ہمیشہ کی طرح خوش و خرم رہیں گے۔

گوادر سمگلروں کی جنت تھی۔ ہم نے جتنی رقم اس کے معاوضہ میں ادا کی ہے وہ چند ہی برسوں میں کسٹم کے محصول سے وصول ہو جائے گی گوادر کے راستے سے سمگل ہونے والا سستا سامان اور سونا پہلے بلوچستان میں جگہ جگہ بکتا تھا۔ اب سمگلروں کی مجرمانہ سرگرمیاں اسی سمندر میں غرق ہو چکی ہیں۔

ہم اب خود کو پہلے سے زیادہ محفوظ سمجھتے ہیں۔ سلطان مسقط کو بھی پاکستان جیسا زبردست دوست اور حلیف مل گیا ہے۔ پاکستان کے لیے لازم ہے کہ خلیج فارس میں تمام حکمران شیوخ سے بالخصوص کویت اور قطار سے خوشگوار دوستانہ تعلقات قائم رکھے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم نے اس سلسلے میں خاطر خواہ کام نہیں کیا۔ میں نے۱۹۵۵ء میں سلون

لائیڈ کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ ساحلِ عرب پر شیوخ کی مملکتوں میں برطانیہ کا اثر و رسوخ چونکہ بتدریج کم ہو رہا ہے لہٰذا مستقل کے اندیشوں کا تدارک اسی طرح ممکن ہے کہ ان سب کو متحد کر کے ایک وفاق بنا دیا جائے۔

سمگلنگ کے یہ تانے بانے ہندوستان سے منسلک تھے سمگلنگ کے ''مگر مچھوں'' نے کانگریس کے ذریعے مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ وزارت پر سیاسی دباؤ ڈالا عوامی لیگ وزارت کانگریس پارٹی کے تعاون کے بغیر اکثریت سے محروم ہو جاتی تھی۔ عوامی لیگ کے لیڈر نے ملک فیروز خان نون کو آنکھیں دکھائیں اور وزیراعظم کو ان کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا سب سے ہولناک بات یہ تھی کہ اس پیچ در پیچ سیاسی گٹھ جوڑ اور محتاجی کے ذریعے حکومتِ پاکستان اس مٹھی بھر طبقے کے کنٹرول میں آ گئی تھی جو پاکستان میں بھارت کے لیے ففتھ کالم کا کام کر رہا تھا۔**۲۳**

حاصل بحث:

پاکستان کی ابتدائی سیاسی تاریخ میں وزیراعظم کا عہدہ ہمیشہ سے زیر عتاب رہا ہے۔ عجیب بات ہے کہ عوامی نمائندوں نے اسے مضبوط کرنے کے بجائے اس عوامی منتخب نمائندہ کو خود کمزور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس سے پاکستان کو کتنا نقصان ہوا ہے اس پر تاریخ دان مجرمانہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں۔ ملک اور قوم ایک نظام کے تواتر میں رہنے سے آگے بڑھتی ہے اور ترقی کی منازل کے قریب پہنچتی ہے۔ خامیاں بدنظمیاں ہر نظام کا حصہ ہیں۔ انسان جہاں بھی ہے۔ اس میں خامیاں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ صرف اللہ کی ذات پاک ہر عیب سے محفوظ ہے۔

البتہ سیاست دانوں کو مل بیٹھ کر ایسا نظام واضح کرنا چاہیے جس میں خود احتسابی کا عنصر موجود ہو۔ مثلاً عوامی نمائندے ہر سال اپنی کارکردگی اور اثاثوں کی رپورٹ عوام کے سامنے پیش کریں۔ حکومت کے ہر محکمہ میں خود احتسابی کا نظام موجود ہو۔ کوئی بھی ادارہ اس سے مبرا نہ ہو۔ اور ہر فرد جو حکومت کا ملازم ہے اس کی سالانہ رپورٹ ہو۔ جہاں اُس کی حاضری، کارکردگی اور حکومت جو رقم اس پر خرچ کر رہی ہے اُس کا اندراج ہو اور یہ سب کام کمپیوٹر کی مدد سے بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ اسد سلیم شیخ، *انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان*، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۱۱۵۴۔

and Amarjit Singh (ed.), *Jinnah Aur Punjab*, New Delhi, Kanishka Publishers, 2007, pp. 338-339.

۲۔ اسد سلیم شیخ، ص۔ ۱۱۵۴۔

۳۔ اسد سلیم شیخ، *انسائیکلو پیڈیا تحریک پاکستان*، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء، ص ۱۱۵۵۔

4- Amarjit Singh (ed.), *Jinnah Aur Punjab,* New Delhis, Kanishka Publisher, 2007, p. 337.

۵۔ محمد علی چراغ، *اکابرین تحریک پاکستان*، ص۶۷۷۔

۶۔ محمد علی چراغ، *اکابرین تحریک پاکستان*، ص ۶۷۸۔

۷ چشم دید، ص۲۸۷۔

۸ چشم دید، ص۲۸۸۔

۹ سید حسین ریاض، *پاکستان ناگزیر تھا*، کراچی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء، ص ۴۸۲۔

۱۰ اسد سلیم شیخ، ص ۱۱۵۵

۱۱۔ حکیم راحت نسیم سوہدروی اور ڈاکٹر قمر احسان کماپوری، *نوابزادہ نصر اللہ خان* (خود نوشت، تاثرات، شاعری لاہور خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۳ء، ص ۴۴)

۱۲۔ بحوالہ حفیظ گوہر، *پاکستان کے حکمران*، لاہور، گوہر پبلیکیشنز، ۲۰۰۰، ص ۵-۶۔

۱۳۔ حکیم راحت نسیم سودھری اور ڈاکٹر قمر احسان کماپوری، نوابزادہ نصر اللہ خان، *خودنوشت، تاثرات، شاعری* ، لاہور، خزینہ علم و ادب، ۲۰۰۳ء، ص ۴۱۔

14- University of Punjab *Urdu Encyclopedia of Islam,* Vol V, Lahore, p. 441.

15- *Urdu Encyclopedia of Islam,* Vol V, The University of Punjab, Lahore, 1971, p. 441.

۱۶۔ وکیل انجم (مولف)، *دولتانہ داستان*، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص ۳۵۲۔

۱۷۔ وکیل انجم (مؤلف)، *دولتانہ داستان ممتاز محمد خان دولتانہ کی آپ بیتی سوانح عمری*، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۶ء، ص ۳۵۵۔

18- Syed Manzural Hasan, *Pakistan Politics in Mirror of History,* Karachi, Royal Book Company, 2007, p. 119.

۱۹۔ منیر احمد، *پاکستان کے سیاسی اتحاد*، لاہور، فرنٹیر پوسٹ پبلکیشنز، ۱۹۹۳، ص۔۲۸۔

۲۰۔ سید نور احمد، *مارشل لاء سے مارشل لاء تک*، لاہور، ملک دین اینڈ سنز، ۱۹۷۰ء، ص ص ۴۸۹۔۴۹۰

۲۱۔ ص ۴۹۲

۲۲۔ آج وہاں ماہی گیری کی صنعت سے جو ٹیکس وصول ہو رہا ہے معاوضہ کی رقم اس کی چند برس کی آمدنی کے برابر ہو گی

مسقط عمان کے سلطان نے فیصلہ کیا کہ وہ پاکستان کے حوالہ اپنی جاگیر کر دے گا جو پاکستان سے منسلک ہے. حکومت پاکستان نے اس جاگیر کے لیے مسقط کو چار لاکھ پانڈ کی راقم ادا کی.

Ref: Saeeda Tarirkhali (editor in Chief), *Pakistan Chronology 1947-1997, Governmen of Pakistan, Directorate General Films and Publications,* Islamabad, p.128.

۲۳۔ سید نور احمد، *مارشل لاء سے مارشل لاء تک*، ص ۴۹۳-۴۹۴۔